© rasailojaraid.com

عصری تقاضے‘ دعوت اور اجتہاد

خرم مرادؒ

محترم خرم مرادؒ نے پاکستان اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن (PIMA) کے ایک اجلاس میں ’’مسلمان ڈاکٹر سے اسلامی معاشرہ کی توقعات‘‘ کے موضوع پر خطاب کیا تھا۔ اس فکرانگیز خطاب میں ڈاکٹروں کے لیے ہی نہیں‘ ہر میدان کے ماہرین کے لیے بہت کچھ رہنمائی ہے۔ ہم اسے کیسٹ سے تدوین کر کے پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

مسلمان معالج سے اسلامی معاشرے کی توقعات کیا ہیں اور ان توقعات کو کیسے پورا کیا جاسکتا ہے؟ اس موضوع میں ایک مشکل یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ فی الواقع کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ اس لیے اس سوال کا اضافہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُس اسلامی معاشرے کو وجود میں لانے اور تشکیل دینے کے لیے‘ اُس کو باقی رکھنے اور ترقی اور عروج کی راہ پر آگے بڑھانے کے لیے ایک مسلمان معالج سے کیا توقعات رکھی جاسکتی ہیں؟

اسلامی معاشرے کا تصور ایک آئیڈیل بھی ہے‘ اور ایک حقیقت بھی۔ یہ کہنا کہ یہ کہیں موجود نہیں ہے‘ یہ اس کے آئیڈیل معنوں کے لحاظ سے ہے۔ آئیڈیل کی حقیقت یہ ہے کہ وہ موجود بھی ہوتا ہے اور نہیں بھی ہوتا۔ اسلامی معاشرے کا آئیڈیل ہر لمحے حاصل بھی ہوتا رہتا ہے‘ اور کسی بھی لمحے صحیح معنوں میں حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ ایک آئیڈیل روشنی کے مینار کا کام کرتا ہے‘ وہ راہ کو روشن کرتا ہے‘ ندا دیتا ہے اور لوگ اُس کی جستجو اور آرزو میں اپنی عمریں صرف کر دیتے ہیں‘ پہلے ہی قدم پر منزل پا لیتے ہیں‘ یا آخری سانس تک اُسی کی تمنا اور آرزو کے ساتھ جیتے رہتے ہیں۔

دو انسانی وظائف ایسے ہیں جو ایک نبی اور رسول کے وظائف سے بڑے مشابہہ اور قریب ہیں۔ ایک وظیفہ تو تعلیم کا وظیفہ ہے۔ نبی کریمؐ نے خود فرمایا کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں‘ اور قرآن مجید نے بھی بار بار اُن کے اس پہلو کا ذکر کیا‘ اس لیے کہ نبی بنیادی طور پر ایک معلم ہوتا ہے۔ دوسرا انسانی وظیفہ طبیب یا معالج کا وظیفہ ہے‘ اس لیے کہ نبی بھی ایک نسخۂ شفا لے کر انسانوں کے پاس آتا ہے۔ اُس نسخے کے بارے میں اعلان کیا گیا ہے کہ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۙلا وَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○ (یونس ۱۰:۵۷) ”لوگو! تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو سینوں کے امراض کی شفا ہے اور اہل ایمان کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے“۔ شفا کے معنی محض دوا اور علاج کے نہیں ہیں۔ دوا‘ علاج اور شفا کے فرق پر ہم آگے چل کر گفتگو کریں گے۔

شفا کا مطلب زخموں کو مندمل کرنا ہے۔ البتہ جو کچھ بھی سینوں کے اندر اور شخصیات کے اندر چھپا ہوا ہے‘ جو پیشہ ورانہ تقسیم کے لحاظ سے ایک حد تک ماہرین نفسیات کے دائرے میں آتا ہے‘ لیکن میرے خیال میں یہ کسی بھی معالج کے دائرے سے باہر نہیں ہوسکتا۔ جو کچھ انسان کے سینے میں پوشیدہ ہے وہ صرف قلب ہی نہیں ہے جس سے کوئی معالج یا کارڈیالوجسٹ بحث کرتا ہے‘ بلکہ صدور انسانی میں قلوب کی ایک اور قسم بھی پائی جاتی ہے‘ جس کے امراض کے لیے نسخۂ شفا انبیاے کرام لے کر آتے ہیں۔ وہ ایک طبیب اور ڈاکٹر کی طرح اُن انسانوں کا علاج کرتے ہیں جو اُن کی تعلیم کے نتیجے میں ان کے قریب آتے ہیں‘ ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں‘ اُن کے پیچھے چلتے ہیں اور اُن کا دامن پکڑ لیتے ہیں۔ اسی طرح وہ ایک طبیب کی طرح اُن معاشروں کا بھی علاج کرتے ہیں جن معاشروں میں وہ آنکھ کھولتے ہیں‘ ان کے مسائل کو حل کر کے صحیح بنیادوں اور خطوط پر معاشرے کی تعمیر کر کے انھیں شفا بخش کر ایک بالکل نئی شکل وصورت عطا کرتے ہیں۔ انبیاے کرام کا مشن یہی ہوتا ہے کہ وہ تاریخ ساز قوتوں کو اپنی گرفت میں لے کر‘ تاریخ کے دھارے کا رُخ موڑ دیں اور ایک نئی دنیا‘ ایک نیا جہان اور ایک نیا معاشرہ وجود میں لائیں۔

ایک طبیب اور ڈاکٹر اُس گوشت کے لوتھڑے سے بھی تعارف حاصل کرتا ہے جو قلب کے نام سے سینے میں پایا جاتا ہے‘ انسانی نفسیات سے بھی بحث کرتا ہے جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ جسمانی امراض پر گہرا اثر ڈالتی ہے‘ اور جسم سے بھی بحث کرتا ہے اس لیے کہ جسم کو روح اور نفسیات اور قلب سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی ذمہ داریوں اور فرائض کا ایک دائرہ ہوتا ہے۔ لیکن جب ہم ایک آئیڈیل اسلامی معاشرے کی بات کرتے ہیں‘ اس معاشرے کے لحاظ سے جو انبیا کا آئیڈیل ہوتا ہے‘ اُس کی نسبت سے بھی معاشرہ ایک معالج کے وظائف‘ فرائض اور ذمہ داریوں کے لحاظ سے کچھ توقعات رکھ سکتا ہے۔

تعلیم کا تعلق انسان کی پوری شخصیت سے ہوتا ہے۔ معالج کا تعلق ایک انسان کی زندگی کے اُن گوشوں‘ اُن وارداتوں اور اُن لمحات و واقعات سے ہوتا ہے جن تک کسی کی پہنچ نہیں ہے۔ وہ جسم سے بھی بحث کرتا ہے اور نفسیات اور قلب سے بھی۔ اِس سے بڑھ کر پیدایش اور موت سے بھی‘ جو انسانی زندگی کے سب سے اہم سنگ میل ہیں۔ پیدایش اُس کو وجود بخشتی اور موت اس کو دنیا سے لے جاتی ہے‘ ان دونوں میں بھی ایک معالج شریک ہوتا ہے۔ جب ایک انسان کے اندر درد والم کے سائے گہرے ہوتے ہیں‘ اور اُس کے قلب سے فریاد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُٹھتی ہے تو وہ دوڑا دوڑا اپنے معالج کے پاس جاتا ہے۔ کبھی خیال کرتا ہے کہ اُس کی دی ہوئی سفید گولی سے درد دُور ہو جائے گا، اور تحقیقات بتاتی ہیں کہ سفید گولی اتنا کام نہیں کرتی جتنا کہ مریض کا اپنا اعتماد، معالج کا دست شفقت اور اس کی قربت مریض کی صحت یابی کے لیے کام کرتی ہے۔ ایک معالج کے لیے پیشے کا لفظ ابھی تک میں نے جان بوجھ کر استعمال نہیں کیا تھا، لیکن اب میں کر رہا ہوں، اس لیے کہ اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ میں وظیفے کا لفظ استعمال کر رہا تھا لیکن یہ لفظ تصوف کی اصطلاح بھی ہے اور ذکر و اوراد کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ وظیفے کے معنی اُن فرائض کے بھی ہیں جو آدمی پابندی سے ادا کرتا ہے۔ پیشے کا ترجمہ بھی شاید وظیفہ ہو سکتا ہے۔ گویا اپنے پیشے اور وظیفے کے لحاظ سے معالج انسان کا سب سے بڑا رقیب ہوتا ہے، ہو سکتا ہے اور اسے ہونا چاہیے۔

معالج ایک فرد سے، نہایت گہرے انداز میں، اُس کے جسم، قلب، نفسیات اور روح سے مربوط ہے۔ انسان اور انسان کے ملنے سے تعلقات جنم لیتے ہیں، اُن کے درمیان تبادلوں سے خاندان، ریاست، محلّہ اور پڑوس جیسے ادارے وجود میں آتے ہیں۔ کوئی بھی ادارہ ایسا نہیں ہے جو معالج کی طرف نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھے۔ پھر اُس کا اپنا علم، علم طب یا میڈیسن اور سرجری، طبی ادارے، کلینک، ہسپتال، طبی امداد پہنچانے کے انتظام اور ہیلتھ کیئر سسٹم جو کہ معاشرے کی تعمیر میں اور کسی بھی نصب العین کی طرف رہنمائی میں اور اُس کی فلاح و بہبود میں ایک کلیدی کردار ادا کرتے ہیں وہ بھی معالج سے کچھ توقعات رکھتے ہیں، اور رکھ سکتے ہیں۔ معالج کا یہ وظیفہ اور کردار صرف اسلامی معاشرے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ کوئی بھی عام انسانی معاشرہ ہو، غیر اسلامی ہو یا کافر یا لادین، ان کے درمیان معالج سے توقعات کا ایک بڑا مشترک حصہ پایا جائے گا۔ یہ مشترکہ دائرہ چونکہ ہمارا آج کا موضوع نہیں ہے، اس لیے میں اس پر بحث نہیں کروں گا۔

ہر معاشرہ توقع رکھے گا کہ معالج کو جو تعلیم و تربیت دی گئی ہے، جس کا اُس نے حلف اُٹھایا ہے، جو اس کے علم کا تقاضا ہے، وہ اُس کو ایمان داری اور مہارت کے ساتھ، انسان کی عزت و حرمت اور مقام و مرتبے کو ملحوظ رکھتے ہوئے بجا لائے۔ اس کے جواب میں بالعموم معاشرہ اس کو عزت و احترام دے کر سرداری کے مقام پر بٹھا دے گا۔ قبائلی معاشروں میں وچ ڈاکٹر، یعنی جادوگر ڈاکٹر قبیلے کے سرداروں کو اور قبیلے کے افراد کو اپنے پیچھے چلایا کرتے تھے۔ آپ وچ ڈاکٹر کا لفظ سن کے کچھ تنفر کا اظہار نہ کریں، اس لیے کہ ہر دور اور ہر زمانے میں، مرض، مریض، علاج اور اس کے تصورات معاشرے میں رائج ہوتے ہیں۔ آج آپ جن تصورات کے تحت مرض، دوا، علاج اور مریض کا کام کر رہے ہیں، یہ بھی ایک دور کا عکس اور ایک تہذیب کی پیداوار ہے۔ یہ دور مغرب کی پیدا کردہ تہذیب کا دور ہے۔ [illegible] گئے ہیں، ان کی بنیاد پر لوگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہتے ہیں کہ کل کے وچ ڈاکٹر اور آج کے ہولی سٹی میں بیٹھے ہوئے ڈاکٹر میں بہت سی چیزیں مشترک ہیں۔ کل کے توہمات اور آج کی الرجی اور جراثیم میں بہت زیادہ فرق نہیں ہے۔

ایک عام انسانی معاشرے میں، خواہ وہ کسی بھی تصورِ انسان، کسی بھی تصورِ مرض اور مریض، اور کسی بھی تصورِ دوا کے تحت اپنے بیماروں کا علاج کرتا ہو، اور ایک اسلامی معاشرے میں بہت سی چیزیں مشترک ہوں گی۔ شاید آپ سوچ رہے ہوں کہ تصورِ انسان، تصورِ کائنات، تصورِ مرض، تصورِ مریض اور تصورِ دوا، یہ شاید کچھ فلسفے کی بات ہو۔ لیکن یہ فلسفہ نہیں ہے، اس لیے کہ آپ نے خود ہی معالج کے ساتھ، ایک اور لفظ کا اضافہ کر دیا ہے اور وہ ہے "مسلمان"، اور صرف معاشرے کو کافی نہیں سمجھا بلکہ "اسلامی" کے لفظ کا اضافہ کیا ہے۔ اس لیے ان دونوں الفاظ سے دامن نہیں چھوٹ سکتا۔ تصورِ کائنات، تصورِ انسان، مرض اور مریض اور دوا کے درمیان کیا باہمی تعلق ہے؟ اس پر غور و فکر اور بحث و تمحیص کے نتیجے میں ہی یہ طے کیا جا سکتا ہے کہ ایک مسلمان معالج سے معاشرہ کیا توقعات رکھ سکتا ہے۔

آج کے معاشرے کو بہت سارے لوگ اسلامی معاشرہ کہنے سے ہچکچاتے ہیں، اور مجھے بھی اس میں کچھ تحفظات ہیں۔ کچھ اس کو صرف مسلمان معاشرہ کہتے ہیں، لیکن میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ایک مسلمان معاشرے، اور ایک اسلامی معاشرے میں کیا فرق ہے۔ آج کا معاشرہ، جس کے اندر اسلامی روح کو جاری و ساری کرنا اور اسلامی نظام کی تشکیل ہمارے پیش نظر ہے، اور وہ مسلمان معالج جو معاشرے میں صحت، علاج معالجے اور شفا کی ذمہ داریاں اٹھائے ہوئے ہیں، یہ بات خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ معاشرہ ایک مغلوب معاشرہ ہے۔ یہ معاشرہ صرف سیاسی اور عسکری طور پر ہی مغلوب اور غلام نہیں ہے بلکہ تہذیبی طور پر بھی غلام ہے۔ اگر ہم مسلم معاشرہ اور مسلمان معالج دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ باہم مربوط کر دیں، تو پھر ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس مغلوبیت کے حوالے سے بھی یہ معاشرہ اپنے معالج سے کیا توقعات رکھ سکتا ہے؟

جدید طب اور اجتہاد کی ضرورت

پچھلے ۳۰۰ سال سے جو سوچ، فکر، زبان اور تہذیب و ثقافت دنیا کے اندر غالب ہے یہ وہ ہے جس نے مغرب کے لادینی لبرل اور سیکولر ماحول میں پرورش پائی ہے۔ کوئی بھی تہذیب اپنے افکار و نظریات سے عاری نہیں ہو سکتی۔ اس کا پرتو اور عکس ہر چیز میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جس طرح اسلامی معاشرے کی بنی ہوئی ہر چیز اسلامی رُوح کی آئینہ دار ہو گی، خواہ وہ اُس کا آرٹ ہو یا ثقافت، اس کی محرابیں اور منبر ہوں یا نقاشی اور خطاطی، یا اُس کا ادب، کوئی بھی چیز اِس سے خالی نہیں ہو سکتی۔ میں چونکہ انجینئر ہوں، گو کہ آج ڈاکٹروں کے سامنے کھڑا کر دیا گیا ہوں، اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلامی فنِ تعمیر میں توحید کا جو بہت سی کتابوں کا موضوع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ اگر اسلامی فن تعمیر میں توحید پائی جاسکتی ہے تو اسلامی دوا اور مسلمان معالج میں' اور اسلامی طریقہ علاج اور اسلامی شفاخانے میں کیوں نہیں پائی جاسکتی۔ اگر ہمارے پیش نظر اسلامی معاشرے کی تشکیل ہے تو ہم یہ حقیقت تسلیم کیے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے کہ اسلام' اسلامی روح اور اسلامی نظام دنیا کے اندر غالب نہیں ہے بلکہ مغرب غالب ہے۔ ہماری پارلیمنٹ ہو یا بازار' یا ہمارے بنک اور یونی ورسٹیاں' سب کے سب انھی کے بنائے ہوئے اصول وضوابط کی پیروی کر رہے ہیں۔ اُن کا تصورِ انسان و کائنات' اُن کا مرض' مریض اور دوا کا تصور' یہی وہ چیزیں ہیں جنھوں نے طبِ جدید کو تشکیل دیا ہے' کہیں شعوری اور کہیں غیرشعوری طور پر' کہیں جانتے بوجھتے اور کہیں بے جانے بوجھے۔ جو بھی اس گردآلود ماحول میں آئے گا' وہ کچھ نہ کچھ تو گرد ضرور پھانکے گا۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں ایک معالج کے طور پر سب سے بڑھ کر جو ذمہ داری معاشرے کو اسلامی بنانے کے لیے اور اسلامی معاشرے کو وجود میں لانے کے لیے ضروری ہے' وہ اجتہاد کی ذمہ داری ہے تاکہ مغرب کے تصورِ طب کو بدلا جاسکے۔

اجتہاد کا لفظ ذرا غور طلب ہے۔ اس سے ملتا جلتا ایک اور لفظ جہاد ہے وہ بھی اسی لفظ سے بنا ہے جس سے اجتہاد کا لفظ نکلا ہے۔ وہ بھی غور طلب ہے۔ اجتہاد یہ ہے کہ معاشرے کے اندر طبی لحاظ سے جو پس ماندگی ہے' اور پس ماندگی سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ ہسپتال کم ہیں' بستروں کی تعداد کم ہے' طریق علاج ناقص ہے' مریضوں کی خبرگیری نہیں ہوتی' یا حکومت کے وسائل غریبوں کے علاج پر خرچ نہیں ہوتے' بلکہ اس سے میری مراد طبی فکری پس ماندگی ہے' اور اس کا علاج اجتہاد کی ایک طاقت ور لہر کے ذریعے ہی ہوسکتا ہے۔ علامہ اقبالؒ یہی خواب دیکھتے رہے کہ اگر دنیا کے اندر اسلام کو غالب ہونا ہے تو اسلامی نظام' شریعت اور فقہ میں' اجتہاد کے ذریعے ایک نئے دور کا آغاز کرنا ہوگا جس کا رشتہ نہ ماضی سے کٹا ہوا ہو' نہ وہ حال کے تقاضوں سے بے نیاز ہو' اور نہ وہ مستقبل کو قریب لانے میں ہی رکاوٹ بنے۔ جس طرح فقہ اور شریعت کے بارے اقبالؒ کا یہ خیال تھا اسی طرح علمِ طب اور میڈیسن اور اس علم کے تمام گوشے اجتہاد کے منتظر ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ اجتہاد معالج خود کرسکتے ہیں' اس لیے کہ آج کا زمانہ کثیرالعلمی کا زمانہ ہے' لہٰذا محدثین' فقہا' مفسرین' علما اور سوشیالوجسٹ سب مل کر بیٹھیں گے تو اجتہاد ہوسکے گا۔

چند غور طلب مسائل

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آج وہ بحثیں جو خود اُس گہوارے میں چھڑی ہوئی ہیں' جہاں جدید علمِ طب نے جنم لیا' پروان چڑھا اور اپنے عروج پر پہنچا ہے' اُن بحثوں سے مسلمان معالج بے نیاز ہیں' یا بڑی حد تک لاعلم ہیں' یا وہ صلاحیت نہیں رکھتے کہ اس سے بحث کرسکیں۔ مغرب کا یہ نظریہ کہ انسان ایک مشین کی مانند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے' وہ مشینی قوانین کے تحت چلتا ہے--- یہ نیوٹن کا نظریہ تھا جس پر کائنات بنی تھی' وہ نظریہ خود شکست و ریخت کا شکار ہو چکا ہے۔ لہٰذا انسان کو مشین سمجھ کر جو علاج کیا جاتا ہے' اُس سے ہاتھ اُٹھانا پڑیں گے۔ یہ بھی سوچنا پڑے گا کہ جس کے بارے کہا گیا ہے: نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (الحجر ۱۵:۲۹) یعنی میں نے اس میں اپنی روح پھونکی ہے' اور وہ انسان جو دل اور روح دونوں کا مجموعہ ہے' دونوں کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بات مشاہدے میں ہے کہ اگر کہیں انسان کو گالی سننا پڑتی ہے تو اس کا بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے' اور اگر کہیں خوش خبری ملتی ہے تو اس کی صحت بہتر ہونے لگتی ہے۔ لہٰذا جسم' مرض اور قلب و روح یہ ایک دوسرے سے لاینفک ہیں۔

جب تک یہ تصورِ کائنات' علمِ طب' طریقۂ علاج' علاج کے نظام اور دوا کی روح نہیں بنے گا' اُس وقت تک اسلامی معاشرے میں' جو طب رائج ہوگی' اُس کی داغ بیل نہیں ڈالی جا سکتی۔ اسلامی معاشرہ ایک پھونک مار کے راتوں رات نہیں بنے گا' یہ تو ایک طویل جدوجہد چاہتا ہے۔ اس لیے اس تصورِ طب کو فروغ دینے کے لیے جدوجہد کرنا ہوگی اور ترجیحات کا تعین کرنا ہوگا۔ اسی طرح اس طریق علاج کو اپنانے سے مرض' علاج اور شفا میں فرق کرنا پڑے گا۔ صرف دوا دینا علاج نہیں ہے بلکہ شفا بخشنا علاج کا مقصد ہے۔ طبیب اور مریض کے تعلقات مغرب میں ہم سے شاید بہت بہتر ہیں' پھر بھی ان کے اندر وہ روح نہیں ہے جو اُس صورت میں ہوگی جب انسان کو اللہ کا خلیفہ اور اللہ کی رُوح کا حامل سمجھا جائے گا۔

مغرب کا نظامِ طب امیروں کے لیے بنا ہے۔ اس سے امیر ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس نظام میں یا تو ریاستیں' فلاحی ریاست بن کر مریض کا بوجھ اٹھاتی ہیں یا پھر چند دن میں یہ جائزہ لینے کے بعد کہ یہ بوجھ ہم نہیں اُٹھا سکتے' مریض کو از سرِ نو انشورنس کے لیے کہا جاتا ہے جو عام آدمی کے بس سے باہر ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ معاشی طور پر پس ماندہ ممالک میں' کیا یہی نظامِ علاج نافذ ہوگا؟ یہ بھی بڑا اہم اور غور طلب سوال ہے۔ اس طرح کے بہت سے سوالات ہیں جو اجتہاد کے طالب ہیں اور غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ طبیب اور ڈاکٹر حضرات منظم ہوں' کسی اعلیٰ مقصد کے حصول کے لیے جدوجہد کر رہے ہوں' تحقیقی کام سرانجام دے رہے ہوں' وقتاً فوقتاً جمع ہو کر جائزہ لیتے ہوں' تحقیقی کاوشیں' تحقیقی مقالے پیش کیے جاتے ہوں' ان پر بحث و تمحیص اور غور و فکر بھی ہو لیکن جدید مسائل کا تذکرہ ہی نہ ہو' اور یہ مسائل زیرِ بحث ہی نہ آئیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بحیثیت مسلمان کچھ کرنے کی کوشش تو کی جا رہی ہے لیکن بحیثیت مسلمان معالج اس چیلنج کو محسوس ہی نہیں کیا جا رہا جو جدید دور نے آپ کے سامنے رکھا ہے۔

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہسپتال میں مریض کا علاج پانا اب خود محلِ نظر ہے۔ اُس کو اپنے خاندان اور رشتہ داروں سے' محبت کرنے والوں' ملنے جلنے والوں اور اہلِ محلہ سے کاٹ کر ایک الگ کمرے میں ڈال دینا'

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہاں آنے والے کو صرف ایک منٹ کے لیے دبے پاؤں اجازت لے کر عیادت کی اجازت ہو‘ کیا یہ طریقہ شفا کے لیے زیادہ موزوں ہے‘ یا یہ کہ آدمی اپنے محبت کرنے والوں کے درمیان اپنے پڑوس اور محلے والوں اور خاندان کے درمیان رہ کر علاج کروائے؟ میری ان باتوں کو آپ دقیانوسی نہ سمجھیں‘ اس لیے کہ یہ مباحث خود اُس تہذیب کے گہوارے میں بڑے زور کے ساتھ جاری ہیں جہاں جدید طب نے جنم لیا اور عروج پکڑا۔ ممکن ہے آپ میں سے بہت سے اہل علم اس سے واقف ہوں‘ اور بہت سے ناواقف۔

سوال یہ ہے کہ کیا پیدائش جیسے ذاتی عمل کو‘ ایک جراثیم سے پاک کمرے میں منتقل کیا جا سکتا ہے؟ اور موت جیسے انتہائی سنگین مرحلے کو‘ پوسٹ مارٹم‘ مردہ خانے اور کفن کے اندر ملبوس کر کے‘ اُس سے انسان کو موت کی حقیقت سے آگاہ کیا جا سکتا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اداروں اور ریاست نے‘ ڈاکٹروں اور طبیبوں نے انسان کی زندگی کے اُن گوشوں میں بھی دخل دینا شروع کر دیا ہے جو گوشے اُس کی ذاتی ملکیت ہوا کرتے ہیں‘ جہاں اس کی پرائیویسی ہوا کرتی تھی‘ اُس کی اپنی شخصیت ہوا کرتی تھی؟ کیا ہم مسلمان معاشروں کے اندر جو اسلامی بھی ہیں اور غیر اسلامی بھی‘ اُن سارے اصولوں‘ فلسفوں اور سارے طریقوں کو اُسی طرح اختیار کر لیں گے جس طرح مغرب کے لبرل‘ سیکولر‘ مشینی (میکنسٹ) تصورِ کائنات کے تحت بنائے گئے معاشروں میں اختیار کیے گئے ہیں؟

یہ بحث طب کے بارے ہی میں نہیں ہے‘ بلکہ ہر چیز کے بارے میں ہوگی‘ لیکن میں نے اس کو صرف طب تک محدود رکھا ہے۔ میڈیکل پروفیشن کی اخلاقیات سے تو ہم اکثر بحث کرتے ہیں‘ لیکن طریق علاج کی اخلاقیات اور علاج میں ترجیحات کی اخلاقیات پر ہم غور نہیں کرتے۔ آج یہ بھی ایک بڑا گرم موضوع ہے: کیا ایک مریض کو لاکھوں روپے‘ ڈالر یا پاؤنڈ خرچ کر کے ہارٹ اٹیک سے بچانا اخلاقی طور پر زیادہ اہم ہے‘ یا اُسی پیسے سے اُن ۱۰ ہزار آدمیوں کو علاج فراہم کرنا زیادہ ضروری ہے کہ جو مختلف امراض کے تحت تکلیف دہ زندگی گزار رہے ہیں‘ اور تھوڑی سی توجہ سے ایک بہتر انسان بن سکتے ہیں؟ کیا وہ اخلاقی طور پر زیادہ قابل ترجیح نہیں ہیں؟ خود دل کا مریض ہونے کے باوجود میں یہ سوال اُٹھا رہا ہوں‘ اس لیے کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا اہم سوال ہے!

کیا ایک ماں جو بچے سے محروم ہو‘ اور جدید فرٹیلائزیشن کے طریقوں سے لاکھوں روپے صرف کر کے ایک بچے کو جنم دے سکتی ہو‘ کیا اُس ایک بچے کی پیدائش پر لاکھوں روپے صرف ہونے چاہییں یا وہ ہزاروں بچے جو معذور ہیں یا تعلیم سے محروم ہیں‘ میلے کچیلے کپڑے پہنتے ہیں‘ گلیوں میں آوارہ پھرتے ہیں‘ یہ قومی وسائل اُن پر لگائے جانے چاہییں؟ یہ اور اس قسم کے دیگر مسائل مسلمان معاشرے کی نظر اور فکر کے لیے قوت اجتہاد کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محتاج ہیں۔ لیکن اس کے لیے صرف اجتہاد ہی کافی نہیں ہے' اس لیے کہ ہم ایک ایسے معاشرے میں رہتے ہیں جس کو غیر اسلامی تو میں ہرگز نہیں کہوں گا لیکن اسے اسلامی کہتے ہوئے بھی مجھے ہچکچاہٹ ہوگی۔

عملی تقاضے

میں ابتدا ہی میں آئیڈیل کی تعریف کر چکا ہوں کہ آئیڈیل کا وجود ایک ہی وقت میں ہوتا بھی ہے اور نہیں بھی۔ جب ایک مکمل آئیڈیل سامنے ہو' تو کچھ ہوگا اور کچھ نہیں ہوگا' لیکن اس معاشرے کو اپنے آئیڈیل کی طرف آگے بڑھانا' یہ ہر اُس شخص کا فرض ہے جو اس معاشرے کے اندر بستا ہو' جس کا ماضی' حال اور مستقبل سب اسی معاشرے کے ساتھ وابستہ ہوں' اور یہ کام جہاد کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

یہ کوئی حسن اتفاق نہیں ہے کہ جہاد اور اجتہاد دونوں لفظ عربی زبان میں ایک ہی مادے سے نکلے ہیں۔ درحقیقت جہد اور کوشش سے ہی اجتہاد کے دروازے کھلتے ہیں۔ مستقبل کے دروازوں پر انسان دستک دے سکتا ہے' آگے بڑھ کر اپنی پیش قدمی کی راہیں کھول سکتا ہے' نت نئے مسائل سے نمٹ سکتا ہے' اور ایک نئے دور کا آغاز کرسکتا ہے--- لیکن جو لکیر کے فقیر ہوں' کنوئیں کے مینڈک ہوں' ماضی کے ساتھ چمٹے رہیں' مستقبل اُن کا نہیں ہے۔ آج تک کبھی نہیں ہوا اور آیندہ بھی کبھی نہیں ہوگا۔

جس مسلمان معاشرے نے مدینہ کی چھوٹی سی بستی سے نکل کر اسپین سے لے کر چین تک ایک زندہ متحرک اور غالب تہذیب کو برپا کر دیا تھا' وہ ایک انتہائی اعلیٰ مجتہدانہ خصوصیات سے آراستہ معاشرہ تھا۔ وہ آنکھیں بند کر کے کنوئیں کا مینڈک بن کر' لکیر کا فقیر بن کر نہیں چل رہا تھا بلکہ وہ نت نئے مسائل کے ساتھ' نمٹنے کی جرأت رکھتا تھا اور اُن کو حل کرسکتا تھا۔ وہ معاشرہ جہاں ایک طرف اجتہاد کی قوت سے مالا مال تھا وہاں دوسری طرف جہاد کرنے کی بھی جرأت رکھتا تھا۔ وہ اپنے معاشرے کو اسلامی بنانے کے لیے' ساری دنیا میں جاہلیت کے آتش کدے بجھانے کے لیے' انسانی خدائی کے سارے محلات مسمار کرنے کے لیے' اپنی جان اور مال قربان کرنے اور ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے بھی تیار تھا۔ یہ سب کچھ اجتہاد اور جہاد کی بدولت ہی ممکن ہوا۔ صرف ایک چیز کے ساتھ دنیا میں غلبہ' تخلیق نو اور حیات نو کبھی نصیب نہیں ہوسکتی۔

اس لیے ایک ایسا معاشرہ جو کچھ اسلامی بھی ہو اور نہیں بھی' اور جس کے سامنے مکمل اسلامی بننے کا روشنی کا مینار بھی موجود ہو' جس کی کسک اور طلب اور جس کی آرزو اُس کے اندر موجود ہو' وہ ایک معالج سے یہ توقع رکھ سکتا ہے کہ وہ اس وظیفے کو انجام دے جو انبیا کے وظیفے کی مانند ہے اور اس جہاد میں اپنا حصہ ادا کرے۔ وہ معالج سب سے بڑھ کر اس بات کا اہل ہے کہ وہ اس وظیفے اور جہاد کو ادا کرے' ان معنوں میں نہیں کہ وہ مرہم پٹی کا سامان لے کر جہاد میں پہنچ جائے بلکہ جہاد زندگانی میں اُن عقائد کو' اُس نصب العین اور ان اقدار کو غالب کرنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لیے اور اپنا مال خرچ کرنے اور اپنی جان لڑانے کے لیے تیار ہو۔ اگر علاج بھی کرے تو یہ جانتا ہو کہ میرا کام صرف اُس سواری کو ٹھیک کر دینا نہیں ہے' جس سواری پر انسان کی عقل اور روح سوار ہے' بلکہ اس کے پیش نظر خدا کا عائد کردہ فریضہ بھی رہے کہ اس کا کام محض مریض کا علاج کرنا ہی نہیں ہے بلکہ اسے اس تصور سے آشنا کرنا اور اس مقصد کے حصول کے لیے تیار کرنا بھی ہے کہ وہ دنیا کے اندر ایک صالح معاشرے کو وجود میں لائے اور آخرت میں اپنے رب کی رضا اور خوشنودی سے ہم کنار ہو۔

ایک معالج محض معالج نہیں ہے کہ جس کو صرف علاج معالجے سے غرض ہو۔ وہ انسان کا معالج ہے' جانوروں کا نہیں کہ ایک وٹرنری ڈاکٹر کی طرح محض جسم کا علاج کر کے اپنے آپ کو اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش سمجھے۔ یہ صحیح ہے کہ انسان کا جسم جانور کے جسم کی طرح کا ہی ہے' وہی خواہشات اور آرزوئیں ہیں' وہی کمزوریاں' وہی بھوک' بڑھ بڑھ کر کھانے پینے کی خواہش اور ہر کھیت میں منہ مارنے کی ہوس' اور وہی ہر جگہ اپنا حصہ وصول کرنے کی خواہش اور اپنی خواہش پورا کرنے کی تڑپ اس میں بھی پائی جاتی ہے۔ مگر دوسری طرف یہ حقیقت بھی سامنے رہنی چاہیے کہ یہ جسم تو اس کے لیے سواری ہے۔ اس پر سوار ہو کے' اُس نے اپنی منزل' آخرت تک جانا ہے۔ اسے خدا کے ہاں اپنے عہد و پیمان اور فرائض اور ذمہ داریوں کے لیے جواب دہ ہونا ہے۔ اگر ایک مسلمان معالج بھی مغرب کے تصورِ انسان اور تصورِ کائنات کے تحت جہاں انسان کو ایک جانور کی طرح سمجھا جاتا ہے اور Man is animal کے تحت پورا نظامِ طب بنایا گیا ہے' اپنے آپ کو اسی کے مطابق صرف انسانی عقل اور جسم کے گھوڑے' اور اُس کی جسمانی سواری کے علاج تک محدود کر لے تو پھر وہ ڈاکٹر تو ضرور ہوگا لیکن ایک مسلمان ڈاکٹر نہیں ہوگا۔

ہر ڈاکٹر صرف یہی کرنے لگے کہ اپنے وظیفۂ عمل کو' اپنے پیشے کو' اُس جہاد زندگی کے لیے وقف کر دے اور حضرت یوسفؑ کی طرح اگر جیل میں قیدی خواب کی تعبیر پوچھنے کے لیے بھی آئیں تو وہ اس بات کا موقع نکال لے کہ ان سے کہے: ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○ (تم خود ہی سوچو کہ بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ یوسف ۱۲:۳۹)' یہ لو لگی ہوئی ہو' یہ شمع سینے کے اندر جل رہی ہو' تب جا کر دعوت کا کام ہوتا ہے۔ دعوت کا کام محض پمفلٹ اور ہینڈبل کے ذریعے یا تقریروں اور کتابچوں کے ذریعے نہیں ہوتا' اگر ہوتا بھی ہے تو بہت کم۔ دعوت کے کام کے سوتے تو آدمی کے اندر سے پھوٹتے ہیں۔ ہم اکثر یہ استعارہ اور تشبیہ استعمال کرتے ہیں' لوگوں کو سمجھاتے ہیں کہ 'ڈاکٹر کی سی دل سوزی کے ساتھ آپ دعوت کا کام کریں لیکن اگر ڈاکٹر خود ہی دل سوزی سے تہی دامن ہو' تو ہمیں اپنے استعاروں پر نظرثانی کرنا پڑے گی۔ پھر ہم کس کی مثال دیں اور دعوت کے کام کو کس کے ساتھ تشبیہ دیں!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ بات بھی ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہیے کہ جسم کے علاج کے ساتھ ساتھ روح کا علاج بھی ضروری ہے۔ ہاتھ میں گولیاں اور انجکشن تھمانے کے ساتھ ساتھ‘ اور گوشت کے اُس لوتھڑے کا علاج کرنے کے ساتھ ساتھ کہ جو اُس پورے جسم میں خون پمپ کرتا ہے‘ اُس لوتھڑے کا علاج بھی ضروری ہے کہ جس کے بارے میں نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اگر وہ ٹھیک ہو جائے‘ شفایاب ہوجائے تو ساری زندگی کی اصلاح ہو جائے‘ اور اگر اُس کے اندر بگاڑ اور فساد پیدا ہو جائے تو پوری زندگی کے اندر بگاڑ اور فساد پیدا ہو جائے۔ خوب جان لو‘ اچھی طرح سن لو کہ یہ دل ہے (بخاری)۔ اور دلوں کی شفا کس چیز میں ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ○ (الرعد ۲۸:۱۳) ”خبردار رہو! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے“، یعنی اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے کہ جس سے دل زندگی پاتے ہیں۔ جسم کے اندر سفید گولیاں بھی اُسی وقت درد و الم کو دُور کرتی ہیں جب اس پر یقین ہو۔ آپ میں سے اکثر اس تجربے سے واقف ہوں گے کہ لوگوں کو خالی سفید پاؤڈر تھما دیا گیا اور اُن میں سے بڑی تعداد کا درد ٹھیک ہو گیا‘ اس لیے کہ وہ یقین اور اعتماد رکھتے تھے کہ انھیں درد کی گولی دی گئی ہے اور وہ ٹھیک ہو جاتے تھے۔

آدمی حافظے کا نام ہے‘ کمپیوٹر کا نام ہے جو دل اور دماغ کے اندر آویزاں ہے۔ کمپیوٹر سے آپ حافظے کو غائب کر دیں تو کمپیوٹر ایک دھات کے ٹکڑے سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر دل سے آپ اللہ کی یاد اور ذکر کو محو کر دیں‘ تو انسان بھی ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اور اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر وہ اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ اسی لیے فرمایا: وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ط (الحشر ۵۹:۱۹)‘ یعنی اُن کی طرح نہ ہو جاؤ‘ جو اللہ کو بھول جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنا آپ بھی بھلا دیتا ہے۔ اس لیے ایک مسلمان معالج ہونے کے ناطے یہ ضروری ہے کہ جسمانی علاج کے ساتھ ساتھ روحانی تقاضوں کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔ مریض کا اس کے خالق اور رب کے ساتھ بھی تعلق جوڑا جائے جو فی الواقع بیمار ہونے پر انسان کو شفا بخشتا ہے۔ وہی زندگی اور موت کا مالک ہے اور اسی کے ذکر سے دل زندگی پاتے ہیں اور انسان کو اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ ایک مسلمان معالج‘ طبیب اور ڈاکٹر محض ایک عام معالج کی طرح نہیں ہے۔ اسے مریض کے ساتھ محض رسمی تعلق نہیں رکھنا چاہیے بلکہ حقیقی معنوں میں ایک ہمدرد‘ غم خوار‘ خیر خواہ اور مسیحا کا سا تعلق رکھنا چاہیے۔ اسے محض اس کی جسمانی صحت ہی کا خیال نہیں رکھنا بلکہ روحانی صحت کا بھی خیال رکھنا ہے۔ جہاں اسے مریض کی نبض پر ہاتھ رکھنا ہے وہاں اس کو اس کے رب کے پیغام سے بھی آشنا کرنا ہے۔ رب کے ساتھ اس کا تعلق استوار کرنا ہے تاکہ وہ آخرت میں اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کر کے نجات پا کر جنت میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

داخل ہو جائے۔ مثالی اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیے بھی اسے اپنا کردار ادا کرنا ہوگا تاکہ اسلامی انقلاب کی منزل سر ہو سکے۔ اسلامی انقلاب جو مینارۂ نور ہے اور جس کی کسک اور آرزو ہر سینے کے اندر موجود ہے۔

اسی طرح ایک معالج کو ایک مجتہد کا کردار بھی ادا کرنا ہوگا۔ اسلام کی نشات ثانیہ کے لیے' جدید طب کا جو لبرل اور سیکولر بنیادوں پر پروان چڑھی ہے از سر نو جائزہ لینا ہوگا اور اسلام کے تصورِ کائنات' تصورِ انسان' تصورِ مرض اور مریض اور تصورِ دوا کے پیشِ نظر نئی طب کو تشکیل دینا ہوگا۔ اسے آج کے دور کے تقاضوں کے پیشِ نظر اٹھنے والے علمی مباحث اور نئے مسائل سے بھی باخبر رہنا ہوگا اور اُن کا جدید خطوط پر جواب بھی دینا ہوگا۔

آج کا انسان جو مادہ پرستی' جدید اخلاقی نظریات اور جدید تہذیب و تمدن کی وجہ سے انسانیت' خلوص اور محبت جیسی عظیم نعمتوں سے بڑی حد تک محروم ہو گیا ہے اور اطمینان و سکون کی تلاش میں سرگرداں ہے' اس کے لیے طریق علاج کی اخلاقیات' علاج میں ترجیحات کی اخلاقیات کے ساتھ ساتھ اس کے قلب کی زندگی کی بھی فکر کرنا ہوگی' اور جسم کے علاج کے ساتھ ساتھ روح کا علاج بھی کرنا ہوگا تاکہ وہ اپنے رب کو بھول نہ جائے بلکہ اللہ کا ذکر کرنے والا اور اس کے ذکر سے اطمینان پانے والوں میں سے ہو جائے---!! یہی وہ توقعات ہیں جو ایک مسلمان معالج سے ایک اسلامی معاشرہ' معاشرے کی تعمیر و تشکیل کے لیے رکھتا ہے۔ یہ منزل یقیناً جہاد اور اجتہاد کے ذریعے ہی طے ہو سکتی ہے! (کیسٹ سے تدوین: امجد عباسی)

محترم خرم مرادؒ کے خطوط

محترم خرم مرادؒ کے خطوط کی ترتیب و تدوین کا کام جاری ہے۔ جن احباب کے پاس ان کے خط محفوظ ہیں' ان سے گزارش ہے کہ اس کام کو ترجیح دے کر اور کچھ وقت نکال کر یہ خطوط تلاش کریں' اصل یا نقل جیسا چاہیں' مجھے ارسال کر دیں۔ میں شکرگزار ہوں گا۔

آپ کے علم میں ہو کہ کسی کے پاس ان کے خط ہیں' تو انھیں توجہ دلا دیں۔

ان خطوط میں سے خیر کی کوئی بات پھیلے گی تو یقیناً بھیجنے والے کو اجر ملے گا۔

مسلم سجاد

منصورہ' لاہور-54570

© rasailojaraid.com